فلسفیانہ ہندومت - ایک جائزہ

حافظ محمد عبدالقیوم

ہندو فلسفہ کی بنیادیں

فلسفہ ہر قوم کے تاریخی، تہذیبی اور مذہبی عوامل کا نتیجہ ہوتا ہے اور فلسفیانہ افکار ہی اس قوم کی تہذیب اور دانش کی بنیاد ہوتے ہیں۔ مغربی ارباب فکر کے نزدیک فلسفہ زیادہ تر نظریہ سازی کا نام ہے۔ ان کے نزدیک اس کی غرض ذہنی ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے مغربی فلسفہ ان مسائل کو حل کرتا ہے جو ذہن کو پریشان کرتے ہیں۔ لیکن ایک ہندو کے لیے فلسفہ ایک عملی غرض و غایت بھی رکھتا ہے اور یہ غایت اس کے نزدیک قوانین وقواعد کے مطابق زندگی منضبط کرنا تھی۔ ہندوستان میں فلسفہ کو زندگی سے کبھی علیحدہ نہیں کیا گیا۔ اس لیے ہر فلسفیانہ ہندو مذہب اپنی تحقیقات کو اس خاص غرض کے حصول کے لیے جاری رکھتا ہے کہ انسان اس حالت کمال تک کیونکر پہنچ سکتا ہے جس کو مکش (نجات) کہتے ہیں۔ یہی ہر ہندو فلسفیانہ مذہب کی غایت الغایات ہے۔ اگر اس میں علمی، اخلاقی اور روحانی تربیت کا ایسا طریقہ ہو جو انسان کو معراج تک نہ پہنچا سکے تو فلاسفہ ہنود کے خیال کے مطابق اس کو باقی رہنے کا کوئی حق نہیں ہوتا۔

اسی لیے ہندو کے نزدیک فلسفہ محض ایک مجموعہ آراء ہی نہیں جن پر یقین واعتقاد رکھا جائے بلکہ اس کے نزدیک یہ ایک طرح کا اصول زندگی ہے جس کے مطابق انسان کو اپنی زندگی گزارنی چاہیے۔ ایک طرح کی تربیت ہے جس کو اس حالت تک پہنچنے کے لیے حاصل کرنا چاہیے، جس کا آغاز قفس عنصری کی قید سے رہا ہونے کے بعد ہوتا ہے۔

ہندومت میں فلسفوں کی بھرمار ہے جس میں بے حد پیچیدگیاں پائی جاتی ہیں۔ پھر شارحین نے ان پیچیدگیوں کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ فلسفہ ہندومت کی بنیادیں ان تین سوالوں پر رکھی گئی ہیں۔

۱۔ اشیاء کی حقیقت و ماہیت کیا ہے؟

۲۔ رنج اور بیچارگی کا باعث کیا ہے؟

۳۔ قید حیات سے رہائی کس طرح اور کیسے ممکن ہے؟

ہندو فلسفے

جیسے ہندومت کی تعریف کرنا ایک امر محال ہے اسی طرح ان کے عقائد کی تحدید کرنا اس سے بھی مشکل امر ہے۔ ان کے عقائد کو کسی ذات کے گرد مرکزیت حاصل نہیں گویا نہ کوئی مرکزی عقیدہ ہے اور نہ کوئی مرکزی شخصیت اس لیے ان کے ہاں تہذیبی خلا بار بار نمودار ہوا اور اس خلا کو پر کرنے کے لیے مختلف فلسفے گھڑے گئے۔ جن میں چھ (۶) فلسفے زیادہ مشہور ہوئے۔

۱۔ فلسفہ ویدانت	۲۔ فلسفہ یوگا
۳۔ سانکھیا	۴۔ وشیشکا
۵۔ میماسا	۶۔ نیائے

فلسفہ ویدانت اور میماسا ویدوں سے ماخوذ ہیں اور باقی سب عقلی فلسفے ہیں۔ (۱)

فلسفہ کا مقصود

یہ فلسفے انسان کے آخری مقصد یعنی روحانی نجات سے متعلق ہیں۔

مشترک پہلو

بلاشبہ تمام فلسفوں کا مقصود ایک ہی ہے مگر ان میں چند اختلافی پہلو بھی ہیں اور چند باتیں مشترک بھی ہیں۔ مشترک باتیں درج ذیل ہیں:

۱۔ انسان روح (آتما) اور جسم کا مجموعہ ہے۔

۲۔ آتما کی نوعیت شعور کی سی ہے جو غیر متغیر ہے۔

۳۔ مادہ متغیر ہے مگر مخلوق نہیں اور چند لگے بندھے قوانین کے تابع بہر حال ہے۔

جوتی چکر کا دور ازل سے چلا آ رہا ہے۔

یعنی حیات انسانی کا مقصود نجات ہے اور یہ مسلسل محنت اور تربیت سے حاصل ہوتی ہے۔

ہندو فلسفہ کے مآخذ وید ہیں۔ وید کی تفسیر و تاویل میں ہندو مفکرین کے دو گروہ پیدا ہوئے ایک عمل کا قائل تھا اور دوسرے نے محض فلسفیانہ افکار کا استنباط شروع کر دیا۔ (۲)

نیائے

مفہوم

دائرہ مذہب و اخلاق (Ency. Of Religions & Ethics) میں ہے:

" Nyaya signifies "Logic" (3)

''فلسفہ نیائے ایک منطقی مذہب ہے''

Hindu Philosophy میں نیائے کے یہ معنی ہیں:

"Going into a subject"(4)

تعریف

Hindu Philosophy میں نیائے کی یہ تعریف کی گئی ہے:

" An analytical investigation of the subject through the process of logical reason" (5)

اس طرح فلسفہ نیائے یہ ہوا کہ منطقی استدلال کے ذریعے موضوع کی تجزیاتی تحقیق ہے۔

Hindu World کے مصنف کے نزدیک نیائے یہ ہے کہ فلسفہ نیائے تعلیم دیتا ہے کہ تمام بیماریوں، غموں، دکھوں اور مصائب نیز (Rebirth) کا سبب جہالت ہے اور فلسفہ نیائے یہ سکھاتا ہے کہ چیزوں کی اصل حقیقت کا مکمل یا صحیح علم ہی غموں، دکھوں اور (Rebirth) سے چھٹکارا دلوا سکتا ہے۔ اور یہ مکمل علم یا صحیح علم جو غلطی سے پاک ہو وہ **Logical Thought** ہی کے ذریعے حاصل ہو سکتا

ہے۔(۶)

نیائے کو Tarka-Vidya بھی کہا جاتا ہے ۔ جس کے معنی (Sience of Reasoning) یعنی ''جاننے کا علم'' کے ہیں ۔ اسی طرح اس کو Vada-Vidya بھی کہا جاتا ہے ۔ اس کے معنی (Sience of disucssion) بحث مباحثہ کے علم کے ہیں ۔(۷)

بانی

فلسفہ نیائے کا بانی گوتم ہے، جس کو اکشاپار (Akshapada) بھی کہا جاتا ہے ۔ یہ گوتم بدھ کا ہم عصر تھا۔(۸) اس نے ۱۵۰ ق م میں فلسفہ نیائے پیش کیا۔(۹) گوتم کی منطق نے ہندوستان میں بڑی شہرت پائی اور ایک عرصہ دراز تک اس کا فلسفہ آئندہ ہونے والی تمام فلسفیانہ تحقیقات کی بنیاد بنا رہا۔(۱۰) گوتم کو ہندوستانی منطق کا باوا آدم تسلیم کیا جاتا ہے بلکہ اس کو ہندوستان کا ارسطو کہا جاتا ہے۔(۱۱)

شارحین فلسفہ نیائے

وائسیانہ (Vatsyayana) اور (Gangesa) نیائے فلسفہ کے سب سے پہلے شارحین ہیں۔ ان میں سے وائسیانہ چھٹی صدی مسیحی سے کچھ بعد کا آدمی نہیں بلکہ اس کا چھٹی صدی مسیح سے پہلے کا تعلق ہے۔(۱۲)

فلسفہ نیائے کو نیائے سوترا بھی کہا جاتا ہے ۔ سوترا سوتر سے ہے جس کے معنی دھاگہ کے ہیں۔ سوتر دراصل ایسے الفاظ تراکیب اور جملوں کا مجموعہ ہوتا ہے جن پر رشی اپنے چیلوں کو سبق دیتے تھے۔ یہ ایک طرح کی یادداشت ہے جو اس غرض سے لکھی گئی ہے کہ چیلوں کو گرو کی تعلیم دی جا سکے۔ یعنی یہ ان مختلف طریقوں کا مجموعہ ہے جن پر قدیم زمانہ کے ہندو یوگی عمل کرتے تھے اور یہ ایسے مقولات کا بھی مجموعہ ہیں جن میں صوفیا کے ان تجربات کا ذکر ہوتا ہے جو ان کو عالم بے خودی میں ہوتے ہیں۔(۱۳)

عالم کی پیدائش

فلسفہ نیائے کے نزدیک عالم کی پیدائش نو جوہروں سے مل کر ہوئی ہے ۔ یعنی دنیا ان نو جوہروں سے مل کر بنی ہے۔(۱۴) نو جوہر حسب ذیل ہیں۔

۱۔خاک ۲۔پانی ۳۔ہوا ۴۔آکاش

۵۔آگ ۶۔زمان ۷۔مکان ۸۔آتما

۹۔من (۱۵)

آگ، پانی، مٹی، ہوا ان سے عام تجربہ کی مجرد اشیاء مراد نہیں بلکہ یہ وہ ذرات ہیں جو ابدی ہیں اور اجزائے لایتجزیٰ ہیں یعنی جن کے مزید حصے نہیں ہو سکتے۔ اشیاء مثلاً گھڑا وغیرہ ایسی ہی ذرات سے تشکیل پاتی ہیں۔ وہ ان سے وجود میں آتی ہیں اور ختم ہو جاتی ہیں کیونکہ اشیاء عرض ہوتی ہیں۔

آکاش

۱۔ صرف ایک ہی صورت میں نظر آتا ہے۔

۲۔ یہ غیر محدود ہے۔ ۳۔ اس کے مزید حصے نہیں ہو سکتے۔

اس لیے یہ دوسرے عناصر کے چھوٹے چھوٹے ذرات کی طرح کسی کو پیدا نہیں کر سکتا۔ (۱۶)

آتما

آتما غیر محسوس حقائق سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کو حواس کی مدد سے نہیں جانا جا سکتا۔ اس کو صرف اور صرف زبانی شہادت یا درج ذیل خصوصیات کی بنا پر جانا جا سکتا ہے کہ جن میں یہ خصوصیات ہوں گی اس میں آتما (روح) بھی ہوگی۔

۱۔خواہش ۲۔نفرت ۳۔محنت ۴۔دکھ

۵۔سکھ ۶۔علم (۱۷)

من

یہ جوہری اور ابدی ہے۔ مَن کے ذریعے روح کا رشتہ جسم اور حواس سے قائم ہوتا ہے۔ (۱۸)

تصورِ خدا

اس فلسفہ میں جس خدا کو تسلیم کیا جاتا ہے اس کو پرآتما کہا جاتا ہے۔ خدا کی درج ذیل

خصوصیات ہیں۔

۱۔ابدی ہے ۲۔ ہر جگہ موجود ہے۔ ۳۔اس کا علم ابدی اور کامل ہے۔

۴۔خواہش کرتا ہے، ارادہ کرتا ہے۔ ۵۔ خدا کو دکھ اور سکھ نہیں ہوتا۔

۶۔ عالم کی تخلیق کا ذمہ دار ہے۔ ۷۔ کوئی بری خواہش اس کے نزدیک نہیں آسکتی۔

۸۔ خدا کائنات کی تخلیق کرتا ہے اور حفاظت بھی۔ (۱۹)

تصور نجات

نجات سے مقصود فلسفہ نیائے میں ہر قسم کے نقائص اور دکھوں سے نجات ہے اور یہ نجات عقل کے ذریعے اشیاء کی صحیح معرفت سے حاصل ہوتی ہے۔ پس نجات رنج اور شادی سے نجات کا نام ہے۔(۲۰)

حقیقت کی تلاش

نیائے کائنات کا علمیاتی نقطہ نظر سے مطالعہ کرتا ہے۔ یہ بات ان مقولوں سے واضح ہو جائے گی جن کو پدارتھ کہا جاتا۔ جو تعداد میں سولہ ہیں یعنی ان سولہ پیدارتھوں کو صحیح علم اور حقیقت کی دریافت کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ پدارتھ حسب ذیل ہیں:

1- Means of Right knowledge (Pramana) (پریمانا)

2- Object of right knowledge (Prameya) (پریمیا)

3- Doubt (Samsaya) شک

4- Prupose (Prayojana) پریوجانا

5- Familiar example (drastanta)درستنتا

6- Established tenetقول۔اصول (Siddanta)(رسدھانت)

7- Members of a syllogism(avayavaآوایاوہ)

قضیہ کے ارکان

8- Confutation دلیل کارد کرنا (Tarkaترک)

9- Ascertainment تحقیق (nirnaya)(نرنیا)

10- Discussion بحث (Vada وید)

11- Controversy اختلاف (Jalpa جلپا)

12- Cavil عیب گیری (Vittanta وتنتا)

13- Fallacy مغالطہ،دھوکہ (Hetvabhasa ہتوابھاس)

14- Equivocation ذومعنی لفظ مبہم (Chala چلا)

15- Fulitity ہلکاپن ، بےقدری (Jati جاتی)

16- Disagreement in Principle (Nirgrahsthans نرگھاستھان)

پہلے نو پدارتھ کا تعلق منطق کے ساتھ ہے اور باقی سات کا تعلق اس بات سے ہے کہ غلطی سے کس طرح محفوظ رہا جاسکتا ہے۔ان سولہ پدارتھوں میں سے چند کی تفصیل حسب ذیل ہے:

Means of Right Knowledge

حقیقی علم کے ذرائع

۱۔ ادراک: (Perception) پریتیاکس

ادراک ایسا علم ہے جو حس، اعضا اور اشیاء کے ربط سے حاصل ہوتا ہے۔

۲۔ انتاج: نتیجہ (Inference) انومان

یہ علم ادراک سے حاصل ہوتا ہے اور یہ علم سبب سے اثر اور اثر سے سبب دونوں طرح سے حاصل ہوتا ہے۔سبب سے اثر کی مثال یہ ہے کہ بادلوں کو دیکھ کر کوئی نتیجہ نکالتا ہے کہ بارش ہونے والی ہے۔اسی طرح اثر سے سبب کی مثال یہ ہے کہ دریاؤں کو بھرا ہوا دیکھ کر کوئی یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ بارش ہو چکی ہے۔

اس طرح انتاج یہ ہوا کہ کسی چیز کے ادراک سے کسی دوسری چیز کا علم حاصل کرنا۔پہاڑوں پر دھواں دیکھ کر یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ وہاں آگ ہے یہ انتاج کہلاتا ہے۔

۳۔ مشابہت اپمان (Comparison)

کسی نامعلوم چیز کا معلوم چیز کے ذریعے علم حاصل کرنا مشابہت کہلاتا ہے۔ مثلاً کسی شخص کو کہا جائے جس نے گیدڑ کو نہ دیکھا ہو کہ گیدڑ کتے کی طرح ہوتا ہے تو وہ شخص جب کبھی جنگل میں جا کر گیدڑ دیکھے گا تو وہ کہے یہ کتے کی طرح کا ہے لہٰذا یہ گیدڑ ہوگا تو یہ نتیجہ مشابہت کہلاتا ہے۔

زبانی شہادت (Verbal Testimony)

اس کو ہندی میں سبد (Sabda) کہتے ہیں۔ سبد یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کی بات پر یقین کرنا جو قابل اعتبار ہو، سچا ہو اور اس کے پاس صحیح علم ہو۔

یہ بات قبول کرنا، ان اشیاء کے متعلق بھی ہوسکتی ہے جن کو معتبر علیہ نے دیکھا ہو۔ مثلاً کوئی کسی گاؤں میں جائے تو ان گاؤں والوں سے کہے کہ لاہور میں بادشاہی مسجد ہے اور شاہی قلعہ ہے کیونکہ میں نے دیکھا ہے تو وہ لوگ اس بات کا یقین کرلیں گے اور یہ یقین ان چیزوں کے متعلق بھی ہوسکتا ہے جن کو اس نے بھی نہیں دیکھا ہے۔

مثلاً انبیاء کی بات کا یقین کرنا کہ خدا موجود ہے۔ حالانکہ انہوں نے خدا کو دیکھا تو نہیں ہوتا ہے مگر ان کے معتقدین اپنے نبی کی بات کا یقین کرلیتے ہیں کہ خدا موجود ہے۔

صحیح علم کا مقصود

وہ ذرائع جن سے صحیح علم حاصل کیا جاسکتا ہے۔

Object of Right Knowledge

1- Soul (Atma آتما)

2- Body (Sarira) شریر

3- Senses (Indriya) اندرہ

4- Objects (Artha) ارتھ

5- Intelligence (Buddhi وقوف)

6- Intellect (Manas عقل)

7- Fault (Dosa) دوس

8- Re-birth (Pre-tyabhava) پری۔تیبھاوا

9- Pain (dukha) دکھ

10- Release (Apavarga) اپاورگ

نیائے کی منطق

عام طور پر منطق تین حصوں میں منقسم ہے۔۱۔مقدمہ صغریٰ ۲۔مقدمہ کبریٰ ۳۔نتیجہ مگر منطق نیائے کو پانچ حصوں میں منقسم کیا گیا ہے۔

۱۔ بیان جیسے حامد نانی ہے۔

۲۔ ثبوت بیان جیسے کیونکہ حامد انسان ہے۔

۳۔ ثابت شدہ قضیہ عمومی جیسے کیونکہ تمام انسان فانی ہیں۔

۴۔ حقیقت ثابتہ،کو بیان سے مربوط کرنا جیسے حامد بھی انسان ہے۔

۵۔ نتیجہ وثبوت، پس حامد بھی فانی ہے۔ (۲۱)

ادب

نیائے سوترا کو پانچ کتب میں منقسم کیا گیا ہے۔ ہر کتاب میں دو باب ہیں ان میں سے ہر ایک میں دس لیکچر ہیں۔ یہ بات یقین سے نہیں کہی جاسکتی کہ اس نے یہ خود لکھی یا اس نے اپنے چیلوں کو زبانی بتایا اور زبانی روایت چلتی رہی پھر بعد میں قلم بند کی گئیں۔ (۲۲)

وشیسکا (Vaishesika)

لغوی بحث

وشیسکا سنسکرت کے لفظ Visesa سے ماخوذ ہے جس کے معنی اختلاف کے ہیں۔

مقصد

اس فلسفہ کے نزدیک انسان کے مصائب ونقائص کی بنیاد جہالت پر ہے اور کامیابی جہالت سے بچنے میں ہے۔

اس طرح یہ فلسفہ دوسرے فلسفوں کی طرح انسان کی کامیابی کے طریقے اور راہ بتاتا ہے جس پر چل کر انسان ابدی اور ازلی کامیابی حاصل کرلے۔ (۲۳)

بانی

اس فلسفہ کا بانی کناڈہ ہے جو کنا بھج اور کنا بھکس کے نام سے بھی مشہور ہے۔ یہ سب اس کے صفاتی نام ہیں اکا اصل نام (Kasyapa) ''کاسیاپ'' تھا۔

کناڈہ سنسکرت لفظ ہے جس کے معنی ''سالمات (Atoms) کا کھانے والا'' کے ہیں۔

اس نظام کو الوک Auluka بھی کہا جات ہے جو Uluka سے ماخوذ ہے جس کے معنی اُلّو کے ہیں۔ (۲۴)

یہ نام اس فلسفہ کو کناڈہ کی عادات وصفات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے دیا گیا ہے کیونکہ کناڈہ سارادن غور وفکر کرتا تھا اور رات کو کھانے کی تلاش کے لیے سرگرداں رہتا تھا۔ اس کا دور ۲۰۰ عیسوی سے چارسو عیسوی کے درمیان کا بنتا ہے۔ (۲۵)

ادب

کناڈہ کا وشیشک سوتر دس باب میں ہے اور ہر ایک دو حصوں میں منقسم ہے۔ دس ابواب درج ذیل ہیں۔

پہلا باب: اس باب میں ان خصوصیات کو زیر بحث لایا گیا ہے جن کے ذریعے اشیاء یا اشیاء کی ماہیت کو جانا جاتا ہے۔

دوسرا باب: اس میں مادہ کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔

تیسرا باب: اس میں روح اور حواس پر بحث ملتی ہے۔

چوتھا باب: اس میں جسم اور اس کے اجزائے ترکیبی پر بحث ملتی ہے۔

پانچواں باب: اس میں مراقبہ کی مختلف اقسام پر بحث ملتی ہے۔

چھٹا باب: مراقبہ کرنے کے طریقے جو ہیں ان پر بحث ملتی ہے۔

ساتواں باب: اس میں صفات پر بحث کی گئی ہے۔(۲۶)

آٹھواں باب: علم کے ذرائع پر بحث کی گئی ہے۔

نواں باب: سکون (Species) پر بحث ملتی ہے۔

دسواں باب: روح کی مختلف صفات پر بحث ملتی ہے۔ (۲۷)

شارحین

اس فلسفہ کا قدیم ترین شارح پرست پاد ہے جس کا تعلق پانچویں صدی عیسوی سے ہے۔(۲۸) اس کے علاوہ اداین اور شریدھر اس کے شارح ہیں۔ شریدھر کی کتاب کو ''کندلی'' اور اداین کی کتاب کو ''کرناولی'' کا نام دیا جاتا ہے۔(۲۹)

تصورِ خدا

کناڈہ کے فلسفہ میں کسی خدا یا خالق کا ذکر نہیں ہے بعد میں شارحین نے دوسرے مذاہب سے اثر قبول کیا تو ایک خالق کا تصور قائم کیا۔

چنانچہ وشیشکا فلسفہ نے بعد میں زیادہ تر ''شیو'' مذہب کے اثر سے متاثر ہو کر ایک شخصی خالق کا تصور قائم کیا تو شارحین نے ایک سوتر کی غلط ترجمانی کر کے اس سے تصور باری تعالیٰ کے اخذ کرنے کی کوشش کی۔ یہ سوتر حسبِ ذیل ہے۔

''تدوچن آ وامناپسہ پراما نیم''

اس کے معنی یہ ہیں کہ کتب مقدسہ کا اثر و اقتدار صرف اس پر مبنی ہے کہ یہ اس کو بیان کرتی ہیں۔ اس کی ضمیر سابقہ سوتر میں ''نہشری یسہ'' (خیر برتر) کی طرف راجع ہے جہاں ''نہشری یسہ'' کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ دھرم سے نکا ہے۔ پس یہ سوتر ''وید'' کو مستند مانتا ہے۔ کیونکہ یہ جزو برتر کا راستہ بتاتے ہیں۔

بعد کے شارحین نے اس عبارت کو سیاق سے علیحدہ کر کے سمجھنے کی کوشش کی اور لفظ ''تد'' کے معنی ویدانت کیے ہیں۔ جس کے معنی برھما کے ہیں۔ جبکہ یہ سوتر کتاب کے آخر میں آتا ہے اور یہاں بھی ضمیر برھما کی طرف راجع نہیں ہوتی۔ (۳۰)

کائنات کی پیدائش

وشیشکا فلسفہ نو جوہروں کو اصلی قرار دیتا ہے۔ اس کے نزدیک موجودہ دنیا انہیں سے مل کر بنی ہے۔ یہ نو جواہر حسب ذیل ہیں:

۱۔خاک ۲۔آب ۳۔روشنی/آگ ۴۔آسمان /آکاش ۵۔ہوا ۶۔زمان

۷۔مکان ۸۔جان/من ۹۔نفس/آتما (۳۱)

۳۔ فلسفہ سانکھیا

یہ ہندومت کا سب سے قدیم فلسفہ ہے۔ تقریباً ۸۰۰ تا ۵۰۰ ق۔م میں وجود میں آیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس فلسفہ کی ابتداء گوتم بدھ کے عہد سے قبل سے ہوئی ہے۔

بانی

اس فلسفہ کا بانی کپل نامی فلاسفر تھا۔ اس کی ایک مختصر اور مشکل کتاب تھی جس کا نام ''تت وسماس'' تھا۔ بعد میں اس نے خود ہی اس کی شرح لکھی اس میں اس کے افکار قلمبند تھے۔

مرکزی نقطہ

فلسفہ سانکھیا کی رو سے کائنات دو حصوں میں تقسیم ہے۔

۱۔ روح یا پروشہ ۲۔ مادہ یا پراکرتی

۳۔ اور دوسری اہم بات فلسفہ سانکھیا کی یہ ہے کہ خدا کی ذات سے انکار ہے۔ (۳۲)

علت و معلول کا نظریہ

اس فلسفہ میں علت و معلول کا نظریہ بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔

۱۔ علت ومعلول لازم وملزوم ہیں۔

۲۔ علت ہمیشہ معلول کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔

۳۔ معلول ہمیشہ علت ہی کی ایک شکل ہوتا ہے۔

وضاحت

اس نظریہ کی وضاحت یوں سمجھنی چاہیے کہ مٹی کا مرتبان ڈھیلا تو نہیں ہوتا مگر ڈھیلا پن اور مرتبان دونوں ایک ہی مادہ پر مشتمل ہیں۔ لہٰذا ان کو جدا کرنا درست نہیں۔

پراکرتی اور نظریہ علت

نظریہ علت ومعلول پراکرتی سے وابستہ ہے اور یہ مادے کا جوہر ہے۔ مادہ اور روح موجود تو ہیں مگر ان میں تضاد ہے۔ جب تک دونوں میں سمجھوتا ہے کائنات وحیات ہے جب دونوں جدا ہوں گے تو فنا اور موت واقع ہوگی۔

پراکرتی کی صفات

پراکرتی میں تین صفات ہیں جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتی ہیں۔

۱۔ ستوہ (Satwah) جو روشنی اور مسرت کا منبع ہے۔

۲۔ (راجس)(Rajas) حرکت اور قوت کا مرکز ہے۔

۳۔ تمس (Tamas) جمود اور تاریکی کا اظہار ہے۔

وضاحت

ان کے تعلق کو سمجھنے کے لیے یہ مثال ذہن میں رکھنی چاہیے۔ جیسے تیل، بتی اور روشنی کا آپس میں تعلق ہے تیل ہو، بتی نہ ہو، روشنی نہیں ہوتی۔ بتی ہو، تیل نہ ہو تب بھی روشنی نہ ہوگی۔ روشنی تب ہوگی جب پہلی دونوں صفات موجود ہوں گی۔ اسی طرح یہ تینوں صفات انسانوں میں بھی پائی جاتی ہیں جب ستوہ غالب آئے انسان نیک ہو جاتا ہے۔ تمس کے باعث جاہل ہوتا ہے اور راجس کے باعث بہادر

ہوتا ہے۔(۳۳)

فلسفہ سانکھیا کی خصوصیات

۱۔ پروشہ یا روح خالص شعور ہے۔

۲۔ یہ غیر متغیر ہے۔

۳۔ اس فلسفہ میں خدا کا تصور نہیں ہے۔

۴۔ روح تمام عیوب سے مبرا ہے۔

۵۔ تمام تغیرات کا سبب مادہ ہے۔

۶۔ مادہ ہی کائنات کی بنیاد ہے۔ (۳۴)

۴۔ فلسفہ یوگ

اہمیت

ہندوؤں کے مشہور فلسفوں میں سے ایک فلسفہ یوگ ہے ۔ یہ وہ فلسفہ ہے جس نے ہندوستان کے تمام مذاہب پر اپنا اثر چھوڑا۔ اس فلسفہ کی اہمیت اس لحاظ سے بھی مسلم ہے کہ فلسفہ سانکھیا کو بھی اس کے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا۔ لہٰذا یہ اس کی توضیح ہے۔

یوگا سانکھیا کی عملی تصویر ہے جس میں حواس پر قابو پانے کے طریقے نیز جسمانی ، ذہنی اور اخلاقی نظم وضبط کا ایک مفصل طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

معنی ومفہوم

یوگ کے معنی ملنے اور وصال کے ہیں۔ اصطلاحاً اس کے معانی دماغی قوتوں پر قابو پانے کے ہیں۔

ماخذ

فلسفہ یوگ ابتدائی فلسفہ ویدک کے نظریہ تپس (تپسّ) سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں جلنا یا صرف ہونا۔ اس کی ابتداء اپنشدوں کے ذریعے ہوئی اور پھر اس کی مقبولیت بڑھتی چلی گئی۔

بانی

اس فلسفہ کا بانی ''پتنجلی'' نامی ایک شخص تھا۔ یہ شخص فلسفہ سانکھیا سے متاثر تھا۔ لیکن سانکھیا چونکہ تصور خدا کا منکر ہے لہٰذا یہ یہاں اپنے آپ کو مطمئن نہ کر سکا۔ اس نے فلسفہ یوگ جسے

’’پتنجلی سوتر‘‘ یا ’’یوگ سوتر‘‘ مرتب کیا۔(۳۵)

آغاز

اس فلسفہ کے آغاز کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض نے اسے ۲۰۰ ق۔م کا فلسفہ بتایا ہے اور بعض کے اس کو بہت بعد یعنی ۴۵۰ عیسوی کا بتایا ہے۔

مرکزی نقطہ نظر

۱۔ یہ ایک عملی فلسفہ ہے۔

۲۔ روح (پرورش) کا اقرار کرتا ہے۔

۳۔ وید کلام الٰہی ہے اور غیر فانی ہے۔

۴۔ خدا ہمیشہ سے غیر فانی اور وقت کی قید سے باہر ہے۔اس کی ذات میں جہالت اور پاپ (گناہ) کا نام نہیں کیونکہ اس کا علم کامل اور لافانی ہے۔

۵۔ روح عقل وحواس کے ذریعے جسم سے تعلق پیدا کرتی ہے۔

تعلیمات

اس فلسفہ کی تعلیمات میں ذہنی کیفیات وتغیرات کی تقسیم اور مغالطوں سے بچاؤ اور جسمانی نظم وضبط کے بارے میں گفتگو ہوتی ہے۔

ذہنی کیفیات کی تقسیم

۱۔ پرمانا: اشیا کی صحیح شناخت کرنا

۲۔ وپریایہ: اشیا کی غلط شناخت کرنا

۳۔ وی کلپہ: تصور وخیال

۴۔ ندرہ: غفلت کی حالت

۵۔ سمرتی: حافظے کا محفوظ ہونا (۳۶)

مغالطوں سے بچاؤ

مغالطوں سے بچنے کے تین اصول ہیں۔

جسمانی صحت

اس کے لیے ضروری ہے کہ ذہن کو صحیح رکھا جائے۔ ورزش کی جائے، جسمانی ورزش بھی صحیح خوراک کا استعمال اور ریاضت بھی ضروری ہیں۔

مراقبہ

ذات باری تعالیٰ کا تصور ذہن میں ہونا چاہیے تا کہ اس کو اپنی توجہات اور ذہن کا مرکز ومحور بنایا جاسکے۔ اس کے لیے بھی مشق کی ضرورت ہے اور اس کو سیکھنے کے لیے مرشد واستاد ضروری ہے۔

نظم وضبط

یہ دراصل پہلی دونوں اصلوں کی تفصیل ہی ہے۔ جسے اصول ھشتگانہ کہتے ہیں، جس پر عمل پیرا ہوکر پرآتما (خدا) کا صحیح گیان ودھیان نصیب ہوجاتا ہے۔

۱۔ یام　۲۔ نیام　۳۔ آسن　۴۔ پرانایام　۵۔ پرتی ہار

٦۔ دھارن　۷۔ دھیان　۸۔ سمادھی

۱۔ یام

اس کا مطلب ہے کہ عہد کرنا کچھ چیزوں سے بچنے کا

اھمسہ : بے آزاری، یعنی کسی جاندار چیز کو ضرر نہ پہنچانا

ستیا: قول وفعل میں ہم آہنگی ہونا تضاد سے بچنا

اَستہ: چوری سے اجتناب

برھمچاریہ: کسی کی بخشش قبول کرنے سے گریز کرنا

اپرگرا: نفس پرستی سے نفرت کرنا

۲۔ نیام

اس کا مطلب ہے جسمانی صفائی۔نہانے دھونے سے جسمانی صفائی حاصل کرے اور اچھے خیالات سے ذہنی صفائی کرے۔

۳۔ آسن

طریقہ نشست: آلتی پالتی مار کر بیٹھ جانا، دونوں پاؤں ایک دوسرے کو ملیں، رانیں یا پنڈلیاں نہ ملیں۔ہاتھ دائیں بائیں لٹکے رہیں۔

اس کو سیکھنے کے لیے مرشد کی ضرورت ہے۔اس ورزش کے نتیجہ کے طور پر دوران خون میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا اور اعضائے رئیسہ کو سکون میسر آتا ہے۔

۴۔ پرانایام

طریقہ دم کشی

یہ سخت ترین ورزش ہے جس میں سانس کو کھینچنا اور روکنا اور پھر باہر نکالنا۔ان سب کی مشق کی جاتی ہے۔بغیر استاد کے یہ فعل بھی مضر ثابت ہوسکتا ہے۔دیوانگی تک نوبت آسکتی ہے۔(۳۷)

۵۔ پرتی ہار

حواس خمسہ پر گرفت حاصل کرنا۔یعنی خدا کا تصور ذہن میں لیے بلا تامل بیٹھے رہنا۔

۶۔ دھارن

توجہ کو مرکوز کرتے ہوئے مشق ذہن

توجہ کا مرکز ناف، سر، ابروؤں کے درمیان رکھنا

زبان اونوک جو ناک کی ہے (ناک کی نوک) پر توجہ دینا

۷۔ دھیان

اس توجہ سے مراقبہ کرنا کہ اس وقت ایک ذات کے سوا کسی اور کی توجہ نہ جائے۔کسی کا خیال

ذہن میں نہ آئے۔

۸۔ سمادھی

اللہ کی ذات میں اس قدر گم ہو جانا۔خود ہی نیست ہو جائے۔اور خود ہی مظہر خدا بن جائے۔ اس مقام پر ہر شخص نہیں پہنچ سکتا۔(۳۸)

۵۔ میمانسا (MIMAMSA)

لغوی بحث

میمانسا سنسکرت زبان کا لفظ ہے اور اس کا مادہ Man (مان) ہے جس کے معنی خیال کرنے، جانچنے اور تحقیق و تفتیش کرنے کے ہیں۔(۳۹)

یہاں Desire to think سوچنے کی خواہش کے معنوں میں استعمال ہوا ہے کیونکہ اس فلسفہ میں وید کی حقانیت اور عظمت ثابت کی جاتی ہے۔اس لیے اس میں جانچنے یا پرکھنے کے معنی پائے جاتے ہیں۔(۴۰)

مرکزی خیال یا مقصد

اس فلسفہ کا مقصد یہ ٹھہرا ہے کہ ویدوں کو مبرا عن الخطا اور ان کی حقانیت کو ثابت کرنا ہے۔اس طرح یہ دراصل علم الکلام ہے۔اس علم الکلام کا نظریہ یہ ہے کہ

۱۔ وید قدیم ہیں۔غیر مخلوق ہیں۔ ۲۔ وید قائم بالذات ہیں۔

۳۔ ہرگز اس کا کوئی مصنف نہیں۔

۴۔ ویدوں میں جو کچھ ہے ان پر بلا چون و چرا عمل کرنا چاہیے۔(۴۱)

بانی

اس فلسفہ کے بانی کا نام جے منی (Jaimini) ہے۔یہ ۲۰۰ء سے ۴۵۰ء کے درمیان کا آدمی ہے۔(۴۲)

میمانسا دو نظاموں پر مشتمل کتاب ہے۔

۱۔ پورو میمانسا Purva-mimansa

۲۔ اتر میمانسا Uttaramimansa

پورو میمانسا

پورو اسم صفت ہے۔ اس کے معنی پہلے پہل (Earlier) کے ہیں۔ اس کے یہ معنی اس لیے ہیں کہ اس میں ویدوں کے اوائل حصوں کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

اتر میمانسا

اتر (Uttara) کے معنی (Latter) بعد ازاں کے ہیں۔ کیونکہ اس میں ویدوں کے بعد والے حصوں کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ اس لیے اس کو اتر میمانسا کہتے ہیں۔ دونوں منطقی طریقہ سے مسائل حل کرتے ہیں۔

ان دونوں کے مجموعے کو کرم میمانسا (Karma-mimansa) کہا جاتا ہے۔ مگر اس کا مشہور نام میمانسا ہی ہے۔ (۴۳)

اس کتاب میں (۲۵۰) کے قریب سوتر ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں ان کو (۱۲) ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور سب مل کر کوئی ساٹھ (۶۰) ذیلی فصلیں ہیں۔ (۴۴)

شارحین

جب اس فلسفہ کے متن کا مطالعہ کرتے ہیں تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کو سمجھنے کے لیے ایک شرح کی امداد ضروری ہے۔ جو روایتی تعبیر کو محفوظ رکھتی ہے۔ اس کے ابتدائی شارحین میں بھرتمترا، بھاواداس، ہری، اور اپورس ہیں مگر ان شارحین کی شرحیں بدقسمتی سے زمانے کی نذر ہو گئیں۔

میمانسا کا اہم شارح سبیرا (Sabara) ہے اس کا تعلق ۲۰۰ء سے ۵۰۰ء سے ہے۔ اس نے بھاسیا (Bhasya) جس کے معنی شرح کے ہیں لکھی اور یہ کتاب بعد میں آنے والوں کے لیے سنگ میل قرار پائی۔ بعد میں پربھاکر نے بھاسیا (Bhasya) کی شرح لکھی جس کا نام

برہاتی (Brhati) ہے۔(۴۵)

فلسفہ میمانسا

میمانسا کے مذہب میں چونکہ ویدوں کی ترجمانی کی جاتی ہے اس لیے جے منی نے ویدوں کو بلکہ ان جملوں کو علیحدہ کرنے کا مفید کام کیا جو پہلے اکٹھے ہوتے تھے۔ یعنی ان کو مختلف ابواب کے تحت لایا گیا اس طرح ان ویدوں کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا۔

ودھی (V. Injunction (Viddi

ودھی وید کا حکم ہوتا ہے اس کو مزید چار حصوں میں منقسم کیا ہے۔

الف۔ اتپتی ودھی: ایسا حکم ہوتا ہے جس کے ذریعے خواہش پیدا کی جاتی ہے۔

ب۔ ونی یوگہ ودھی: ایسا حکم جس میں قربانی کے لوازم ہوتے ہیں۔

ج۔ پرے یوگہ ودھی: جس میں اس قربانی کے متعلق ضروری احکام ہوتے ہیں۔

د۔ ادھی کارو ودھی: جس میں اس منزلت کا ذکر ہوتا ہے جو انسان کو قربانی کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

منتر Hymns (Mantra)، حمد

منتر وید کا وہ جملہ ہوتا ہے جو انسان کو قربانی کی متعلقہ چیزیں یاد دلاتا ہے۔

نام دھ (Names)

اس میں خاص خاص قربانیوں کے نام ہوتے ہیں۔ مثلاً ادیہپہ، چترہ وغیرہ

نشیدہ (Prohibitions)

اس میں بعض ایسے جملے ہوتے ہیں جن میں بعض افعال کی ممانعت ہوتی ہے۔

ارتھ وادھ (Explanatory Passages)

اس میں وہ عبارتیں ہوتی ہیں جو ودھی یا نشیدہ کے تابع ہوتی ہیں اور اس میں تعریف یا مذمت

ہوتی ہے۔(۴۶)

میمانسا کے بنیادی عقائد

۱۔ اس فلسفہ کے پیرو خدا کو نہیں مانتے۔(۴۷)

۲۔ دنیا اور اس کی موجودات حقیقت ہیں۔

۳۔ ارواح بے شمار ازلی اور ابدی ہیں۔

۴۔ اس قانون کو بھی ازلی اور ابدی مانتے ہیں جو تمام کائنات میں جاری وساری ہے۔

۵۔ ویدوں کی تعلیم پر عمل نفع ونقصان کا خیال کیے بغیر فرض سمجھ کر کرنا چاہیے۔

۶۔ جو شخص ویدوں کی تعلیم کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے تو اس کی روح توانا ہو جاتی ہے اس کو ابدی بہشت اور برکت نصیب ہوتی ہے۔(۴۸)

۶۔ فلسفہ ویدانت

معنی ومفہوم

''ویدانت'' دو الفاظ کا مجموعہ ہے۔''وید'' اور''انت''۔وید سے مراد علم وآگاہی اور''انت'' سے مراد انجام واختتام ہے۔ویدانت سے مراد جہاں علم کا اختتام ہو اور مزید زیادہ جاننے کی خواہش نہ رہے۔اس سے مراد ویدوں کا آخری حصہ بھی لیا گیا ہے۔اپنشد بھی اس سے مراد ہے۔

ماخذ

شاید ہندو فلسفوں میں معروف ترین اور موثر ترین مکتبہ فکر جو ماضی میں تھا اور حال میں بھی ہے، وہ فلسفہ ویدانت ہے جس کی بنیاد اپنشد ہے۔

بانی فلسفہ

اس فلسفہ کا بانی ''بدرایانہ'' ہے اسے اس نے مختصر مقولوں اور کہاوتوں کی صورت میں لکھا۔ اس کا نام ویدانت یا برھما سوتر بھی ہے۔رشید احمد نے بدریانہ کو بانی کی بجائے اس فلسفہ کا مجدد ظاہر کیا

ہے کہ اس نے اس فلسفہ کی تجدید کر کے پیش کر دیا۔(۴۹)

شارحین

معروف شارح یہ ہیں۔

۱۔ شنکراچاریہ ۲۔ رامانج ۳۔ مادھو

۴۔ بہاشکر ۵۔ شری کنٹھ ۶۔ شری پتی (۵۰)

پیروکار

اس فلسفہ کے پیروکار اکثر و بیشتر ہندوؤں کا تعلیم یافتہ طبقہ ہے۔

مرکزی نقطہ نظر

۱۔ یہ دنیا اور انسان محض فریب نگاہ ہے۔ سپنا اور خواب ہے۔

۲۔ مادی عالم کی تہہ میں صرف ایک حقیقت مضمر ہے جو روحِ کائنات ہے۔

۳۔ ہر چیز میں خدا کا وجود ہے۔

۴۔ آتما روحِ کل ہے۔ برھما کی ذات نا قابل تقسیم ہے۔ ازلی و ابدی ہے۔

تعلیمات: تصورِ روح

اس فلسفہ کے بانیوں کے نزدیک روح اور خدا ایک ہی بات ہے۔ روح خدا ہے اور خدا روح ہے۔

تصورِ خدا

نہ صرف خدا ہر جگہ موجود ہے بلکہ ہر چیز میں خدا ہے۔ اس طرح چیز خدا ہے یعنی وحدت الوجود کا تصور پایا جاتا ہے۔

تصورِ انسان

انسان کو ویسے تو محض سپنا اور خواب کہا گیا ہے مگر تصور خدا کے پیش نظر جس طرح ہر چیز میں خدا ہے اسی طرح انسان میں بھی خدا ہے اور انسان خدا ہے۔

خدا کی تجسیم

۱۔ خدا بہت سے سر اور پاؤں رکھتا ہے۔ ۲۔ سب جگہ موجود ہے۔
۳۔ زمین و آسمان کی ہر چیز پر محیط ہے۔ ۴۔ سب کا حاکم و مالک ہے۔
۵۔ ازلی وابدی ہے۔ ۶۔ نجات اسی کے ہاتھ میں ہے۔
۷۔ اس کی ذات کی معرفت جونی چکر سے بچا سکتی ہے۔
۸۔ اس کا کوئی ہم جنس نہیں۔

تصورِ نجات

انسان جہالت کے باعث اپنی معرفت میں ناکام ہے۔ جب جہالت کا پردہ ہٹ جاتا ہے تو وہ برھمن یا برھما کی ذات میں مدغم ہو جاتا ہے۔ جس طرح قطرہ دریا میں۔ اس طرح وہ جونی چکر سے نجات پالیتا ہے پس علم ومعرفت یا گیان ہی ذریعہ نجات ہے۔

تصورِ کائنات

کائنات جو کہ ایک سراب ہے۔ جب مادہ، ہوا اور آسمان موجود نہ تھے اور موت اور زندگی اور دن اور رات کا وجود نہ تھا تو اس وقت ایک ایسی ذات موجود تھی جو بغیر ہوا کے سانس لیتی تھی۔ اور کسی سہارے کے بغیر زندہ تھی۔ سخت تاریکی تھی۔ پھر اس پرمیشور (روح کل) نے پراکرتی (مادہ) سے اس تمام محسوس کائنات کو بنایا۔ (۵۱)

حواشی

1- Hindu Philosophy, Theos Bernard, Taico Publication House 125, Mahatma Gandhi Road, Bombay, 1957 p-13,14

2- Hindu Philosophy p-13,14

3- Ency. of Religions and Ethics, vol.9, P-423,T&T.Clark, New York, 1940

4- Hindu Philosophy p-35

5- Hindu Philosophy p-35

6- Hindu World, Vol.II, p-36 ۶۔ اصول فلسفہ ہنود، ص ۱۳۸

7- Ency. of Religions and Ethics vol.9, P-423

8- Hindu Philosophy p-35

9- Ency. of Religions and Ethics vol.9, P-423

10- Ency. of Religions and Ethics vol.9, P-423

11- Hindu World, Vol.I!, p-36

۱۲۔ اصول فلسفہ ہنود، ص ۵۷، تصنیف، پی۔ ٹی، سرینیواسا اینگار، ترجمہ: مولوی احسان احمد، دارالطبع جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد، دکن، ۱۹۳۲ء

Hindu World, Vol.2, P-36

۱۳۔ ہندوستانی فلسفہ، ص ۵۳۔۵۴

۱۴۔ ایضاً، ص ۵۳۔۵۴

۱۵۔ ایضاً، ص ۱۶۵

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۶۶

17- Hindu Philosophy p-42

18- Hindu Philosophy p-42

۱۹۔ ہندوستانی فلسفہ، ص ۱۹۲

۲۰۔ فلسفہ ہندو یونان، ص ۴۲، تصنیف، دین محمد شفیقی عہد پوری، مجلس ترقی ادب، ۲۔ کلب روڈ، نرسنگھ داس گارڈن لاہور، ۱۹۵۷ء

۲۱۔ ایضاً

22- Hindu Philosophy p-57

۲۳۔ فلسفہ ہندو یونان، ص ۴۴

۲۴۔ ایضاً

25- Hindu Philosophy p-59,82,83

26- Hindu Philosophy p-59,82,83

27- Hindu Philosophy p-82,83

28- Hindu Philosophy p-82,83

۲۹۔ ہندوستانی فلسفہ، ص ۱۶۲

۳۰۔ اصول فلسفہ ہنود، ص ۱۴۵۔۱۴۶

۳۱۔ فلسفہ ہندو یونان، ص ۴۴۔۴۵

32- Hindu Philosophy p-84,85

33- Hinduism, K.M.Seen, p-89-90

۳۴۔ اصول فلسفہ ہنود، ص ۷۶۔۷۸

35- Hindu Philosophy p-104-105

36- Hinduism, K.M.Seen, p-110

37- Hindu Philosophy p-113

۳۸۔ اصول فلسفہ ہنود، ص ۸۶۔۸۷

39- Hindu Philosophy p-121

۴۰۔ ہندوستانی فلسفہ، ص ۲۲۷

41- Hindu World, Vol.II, p-70

42- Hindu World, Vol.II, p-70

43- Hindu Philosophy p-121

۴۴۔ ہندوستانی فلسفہ، ص ۲۲۰

45- Hindu Philosophy p-134

۴۶۔ اصول فلسفہ ہنود، ص ۱۶۲

47- Ency. of Religions and Ethics vol.8, P-648

۴۸۔ فلسفہ ہندو یونان، ص ۶۴

49- Hindu Philosophy p-138-150

۵۰۔ تاریخ مذاہب، رشید احمد، ص ۱۴۸

۵۱۔ اصول فلسفہ ہنود، ص ۵۵۔۵۷